حکیم الاُمّت اقبال اور مسئلۂ تقدیر

_____ علاؤالدین احمد شمس صدیقی _____

مسلمانوں میں تقدیر یا قسمت کا مسئلہ اپنے غلط مفہوم اور مطلب کے اعتبار سے نہایت گمراہ کن رہا ہے۔ ہر شخص اپنی کسی بھلائی‘ کامیابی‘ خوشحالی اور خوبی کو اپنے کردار اور حسن عمل کا صلہ سمجھتا ہے‘ مگر کسی برائی‘ ناکامی‘ جرم اور فعلِ بد کا ذمہ دار قسمت کو گردانتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جزا و سزا اور جنت و دوزخ کو حسنِ عمل اور سوءِ عمل کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ ع

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی!

قرآن کا ارشاد ہے: ﴿لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی﴾ یعنی ہر انسان اپنی محنت اور کوشش کے مطابق ہی صلہ پاتا ہے۔ ایک اور جگہ موت و حیات کی تخلیق کا مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا: ﴿لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ”تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون اپنے حسن عمل کے اعتبار سے بہتر ہے“۔ سورۃ البقرۃ اور سورۃ المائدہ میں حکم ہوا: ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ﴾ ”تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو“۔

مذکورہ بالا غلط عقیدہ کی رو سے انسان گویا نیکی یا بدی کی ایک خودکار مشین ہے جو اپنے مقصد تخلیق کے مطابق کام کر رہی ہے۔ اب نہ تو نیک انسان اپنی نیکیوں یا صفاتِ حسنہ کی رو سے قابل تعریف ہے اور نہ گنہگار و مجرم انسان قابل مذمت۔ تقدیر کی یہ توجیہہ اور مفہوم کس قدر گمراہ کن‘ قوت عمل کو ماؤف اور تخلیقی صلاحیتوں کو مفلوج کر دینے اور انسان کو خواب غفلت میں سلا دینے والا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں ؎

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

© rasailojaraid.com

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں
ناداں جسے سمجھے ہیں تقدیر کا زندانی

رائی زورِ خودی سے پربت
پربت ضعفِ خودی سے رائی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ یعنی کسی درخت سے کوئی پتہ تک نہیں گرتا مگر یہ کہ وہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

اس آیۂ کریمہ کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان کا ہر نیک یا بد عمل اللہ کے حکم اور نوشتۂ تقدیر کے مطابق سرزد ہوتا ہے۔ یہ مطلب کس قدر گمراہ کن اور اللہ پر بہتان ہے کہ ہر برائی کی ذمہ داری اللہ پر ڈال دی جاتی ہے۔ اس آیہ کریمہ کا اصل مفہوم یہ ہے کہ خالقِ کائنات نے اس عالمِ رنگ و بو کی ہر چیز کی ایک تقدیر یعنی فنکشن' مقصد تخلیق' خواص اور دائرہ عمل مقرر کیا ہے اور ہر تخلیق اپنی حدود اور دائرہ عمل میں مفوضہ فرض انجام دے رہی ہے۔ مثلاً زمین کی تقدیر یعنی فنکشن سورج کے گرد مسلسل گردش کرنا ہے اور چاند کی تقدیر زمین کے گرد گردشِ پیہم ہے :

﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾
(یٰسٓ : ۳۹)

''ہم نے چاند کی منزلیں بھی مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ پھر اپنی پہلی حالت ہلال کی صورت میں لوٹ آتا ہے۔''

اسی طرح جمادات' نباتات اور حیوانات سب اپنی مقرر کردہ تقدیر کے مطابق اپنی حدود اور دائرہ عمل میں سرگرم عمل ہیں۔ نباتات زمین کے سینہ سے دودھ پی کر نشوونما پاتے ہیں مگر پابہ زنجیر قیدی ہیں۔ آسمان کی جانب جاتے ہیں لیکن دائیں بائیں حرکت نہیں کر سکتے۔ حیوانات اپنی جبلت اور فطرت کے مطابق اپنے اپنے دائرہ عمل میں رہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

گھوڑا' گائے' بھینس گھاس کھاتے ہیں لیکن شیر گوشت کھاتا ہے۔ ہر ایک کی غذا مقرر ہے۔ لیکن انسان جو حیوان ناطق اور اشرف المخلوقات ہے' وہی اس کائنات کا فرماں روا' حاکم اور مختار ہے اور وہ اپنے اعمال میں آزاد ہے ؎

مختار' مگر اپنی حدوں میں محدود
ہاں وسعتِ زنجیر تک آزاد ہوں میں

حضرت علی مرتضیٰؓ سے کسی نے پوچھا کہ انسان مجبور ہے یا مختار؟ آپ نے اسے ایک ٹانگ زمین سے اٹھانے کا کہا تو اس نے اٹھالی۔ پھر دوسری ٹانگ بھی اٹھانے کا کہا تو وہ نہ اٹھاسکا۔ آپؓ نے فرمایا : "اس حد تک آزاد اور اس سے زیادہ کے لئے مجبور"

ہے گرمئ آدم سے ہنگامۂ عالم گرم
تارے بھی تماشائی سورج بھی تماشائی

اس اشرف المخلوقات حاکمِ کائنات انسان کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ ؎

وہ مشتِ خاک ہوں فیضِ پریشانی سے صحرا ہوں
نہ پوچھو میری وسعت کی' زمیں سے آسماں تک ہے!

لیکن اس انسان کو بھی جو اعضاء اور جوارح عطا کئے گئے ہیں ان میں سے ہر عضو کی ایک تقدیر' فنکشن اور دائرہ عمل ہے۔ آنکھ کا کام صرف دیکھنا ہے' کان کی تقدیر صرف سننا ہے' پاؤں کا کام ہے انسانی جسم کو اپنی ٹرالی پر چلانا۔ ہاتھ اس گاڑی کے ڈرائیور اور کام کاج کرنے والے ملازم ہیں۔ زبان ترجمان اور لاؤڈ سپیکر اور قلب اس زندہ ریڈیو اسٹیشن کا مرکز ہے جہاں سے تمام کَل پرزوں کو احکام اور آرڈر جاری کئے جاتے ہیں۔

جس طرح دنیا میں کسی مشین یا ایجاد کا موجد یا خالق اپنی تخلیق یا ایجاد کے بارے میں اس کا فنکشن یعنی اس کی تقدیر اور دائرۂ عمل مقرر کرتا ہے اور اس کے طریق استعمال کے بارے میں ہدایات اور نفع و نقصان کی تفصیل بیان کرتا ہے تو ہر ایجاد کے ساتھ وہ ہدایت نامہ یا "Key Book" منسلک ہوتی ہے' اسی طرح کسی دوا کا موجد اس کی افادیت' Potency' نفع و نقصان' طریق استعمال اور Side Effects کے متعلق بھی ایک پرچی مہیا کرتا ہے۔ اسی طرح خالق کائنات نے اس خود مختار انسان کے کَل پرزوں'

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اعضاء و جوارح کے طریق استعمال سے متعلق بھی ایک ہدایت نامہ (Kye Book) اپنے پیغمبروں اور ہادیان برحق کے ذریعے نازل فرمایا ہے۔ اس ہدایت نامہ کا آخری اور فائنل ایڈیشن قرآن حکیم ہے جو پیغمبر آخر الزمان محمدؐ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔ چونکہ انسان اس کتابِ ہدایت پر عمل کرنے میں یا نہ کرنے میں مختار ہے اس لئے اس کتابِ ہدایت کا پہلا جملہ یہ ہے : ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ یعنی یہ کتاب ان لوگوں کو ہدایت دیتی ہے جو اپنے اعضاء و جوارح کو احتیاط یعنی "تقویٰ" سے استعمال کرتے ہیں، کیونکہ شاہراہِ زندگی میں سفر کے لئے از روئے قرآن "خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی" سب سے بہتر زاد راہ تقویٰ اور احتیاط ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک دیہاتی نے پوچھا : امیر المومنین تقویٰ کیا ہے؟ امیر المومنین نے اس دیہاتی کو آسان زبان میں سمجھایا۔ پوچھا: کیا تم کبھی جنگل میں خار دار جھاڑیوں میں سے گزرے ہو؟ اس نے کہا : ہاں۔ پھر فرمایا: ایسے [illegible] اور دامن بچا کر کانٹوں سے بچ کر چلنا پڑتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ زندگی کی شاہراہ پر بہت احتیاط سے سفر کرنا اور ہر معاملہ میں پھونک پھونک کر قدم رکھنا تقویٰ ہے۔ بقول میر ؎

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

علامہ اقبال کا یہ شعر سبحان اللہ کیا خوب ہے ؎

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

اور

دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب

جو لوگ اس کتاب ہدایت (Key Book) کے مطابق اپنی زندگی کے کل پرزوں اور مشینری کو استعمال کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے زندگی امن و سلامتی کا گہوارہ ہے۔ اگر کتابِ ہدایت کے خلاف استعمال کرتے ہیں تو اس کی ذمہ داری خالقِ کائنات پر نہیں خود

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

انسان پر ہے۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ کتاب ہدایت میں آنکھ کو مشورہ دیا ہے کہ حرام چیز کو نہ دیکھو' نگاہ کو پاک رکھو' آنکھیں نیچی رکھو ؎

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو

زبان کے لئے حکم ہوا : ﴿قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ "لوگوں سے اچھی بات کہو"۔ اپنی زبان کو بولنے سے پہلے تولو' پھر بولو' اچھی اور پیار و محبت کی شریفانہ زبان استعمال کرو۔ زبان انسان کی ترجمان ہے۔ ایسا نہ ہو کہ منہ سے نکلی گالی گولی بن کر واپس آ جائے۔ انسان کا دل بھی ایک کھیتی ہے۔ محبت کی بات سے پھول کھلتے ہیں' بری اور نفرت کی بات سے کانٹے۔ ہاتھوں کو ہدایت ملی : ﴿لَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ "لوگو اپنے ہاتھوں سے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو"۔ گویا خود اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہ مارو۔ پاؤں کے لئے حکم ہوا : ﴿لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا﴾ "زمین پر تکبر اور غرور سے اکڑ کر نہ چلو"۔ اجتماعی زندگی میں ماحول کو خوشگوار اور امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے کے لئے حکم ہوا : ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ...﴾ "لوگو نیکی اور فلاح و بہبود اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور ظلم و زیادتی' گناہ اور تخریبی کاموں میں تعاون نہ کیا کرو"۔ گویا اپنے دشمن نہیں بلکہ دوست اور ہمدرد پیدا کرو۔ کیونکہ یہی ہاتھ قاتل کا ہاتھ بن کر زندگی چھین بھی سکتا ہے اور ڈاکٹر کا نشتر زندگی کو موت کے پنجے سے چھڑا بھی سکتا ہے۔ اب انسان پر منحصر ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کیا کام لے۔ اللہ نے انسان کو نیکی اور بدی دونوں راستوں کی رہنمائی کی ہے : ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ایک اور جگہ فرمایا : ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ انسان کی فطرت میں گناہ' برے کام اور فسق و فجور کا فہم موجود ہے۔ وہ ہر عمل کے انجام کو سمجھتا ہے' لیکن جذبات سے مغلوب و مجبور ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص غصے سے پاگل ہوا جا رہا ہو تو اسے لوگ کہتے ہیں خدا کا خوف کرو۔ جوش کو ہوش میں بدلنا واقعتاً بہت مشکل ہے۔ صرف خوفِ خدا ہی انسان کو ہوش میں لاتا ہے ؎

© rasailojaraid.com

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ مُلّا ہے' نہ زاہد' نہ حکیم

انسان کو گناہ یا جرم کی ترغیب دینے والا شیطان یعنی اس کا نفسِ اَمارہ تو خود اس کے اندر چھپا ہوا ہے ع "فعلِ بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر"۔ سورۃ الناس میں اللہ نے بُرے وسوسوں اور مجرمانہ خیالات کے وقت لاحول پڑھ کر اللہ سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ استاد ذوق نے کیا خوب کیا ہے ؎

نہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ اَمارہ کو گر مارا

حکیم الامت علامہ اقبال نے مندرجہ بالا مسئلہ تقدیر کی تشریح اور توجیہہ کو مندرجہ ذیل تین شعروں میں اس طرح بیان کیا ہے کہ گویا سمندر کو کوزہ میں بند کر دیا ہے ؎

پابندیٔ تقدیر کہ پابندیٔ احکام؟
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مردِ خرد مند!
اِک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مقلّد ابھی نالاں ابھی خورسند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند!

انسان کسی جرم کے ارتکاب میں کس طرح نوشتہ تقدیر کو ذمہ دار قرار دیتا ہے' اس سلسلہ میں علامہ نے ابلیس اور اللہ جل شانہ کے درمیان ایک دلچسپ مکالمہ نظم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدۂ تعظیمی ادا کرے۔ ابلیس نے ازراہِ تکبر انکار کر دیا اور کہا کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم کی تخلیق مٹی کے خمیر سے ہوئی ہے۔ مادۂ تخلیق کے اعتبار سے میں اعلیٰ ہوں اور آدم ادنیٰ ہے۔ اس انکار و سرتابی پر ابلیس کو راندۂ درگاہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد ابلیس نے ایک عذر تراشا اور بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جان کی اماں پاؤں تو ایک گزارش اور اپیل ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ کیا کہنا چاہتا ہے؟ ابلیس نے کہا :

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

اے خدائے کن فکاں مجھ کو نہ تھا آدم سے بیر
آہ وہ زندانیٔ نزدیک و دُور و دیر و زُود

اے لفظِ کُن سے کائنات کو پیدا کرنے والے خالق! مجھے اس چار سو خاکی دنیا کے قید انسان سے کوئی ذاتی دشمنی نہ تھی۔

حرفِ استکبار تیری شان میں ممکن نہ تھا
کیا کروں تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

بھلا میری کیا مجال تھی کہ از راہِ تکبر میں تیرے حکم سے سرتابی اور سرکشی کرتا۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ تیری مشیت ہی میں میرا سجدہ نہ تھا۔ میں نے نوشتہ تقدیر کی رو سے سجدہ نہیں کیا۔ اس سرتابی کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی' یہ عذر اور بیان سن کر اللہ نے فرمایا ع

© rasailojaraid.com

کب کھلا تجھ پر یہ راز انکار سے پہلے کہ بعد؟

ابلیس نے جواب دیا ع

بعد! اے تیری تجلّی سے کمالاتِ وجود

اچھا تو یہ بات تجھے انکار سے پہلے کیوں نہ معلوم ہوئی۔ تجھ پر انکار کے بعد اب نوشتہ تقدیر کا راز کھلا ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: سنتے ہو کیا کہہ رہا ہے ؎

پستیٔ فطرت نے سکھلائی ہے یہ حجت اسے
کہتا ہے "تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود"
دے رہا ہے اپنی مختاری کو مجبوری کا نام
ظالم اپنے شعلۂ سوزاں کو خود کہتا ہے دُود!

﴿لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ کے موضوع کو بعض شعراء نے بڑے اچھے شاعرانہ انداز میں منظوم کیا ہے۔ آپ بھی محفوظ ہوئیے ؎

یہ بزمِ مے ہے' یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

© rasailojaraid.com

غالب کہتے ہیں ؎

رہا آباد عالم اہلِ ہمّت کے نہ ہونے سے
بھرے ہیں خُم کے خُم مے سے مگر میخانہ خالی ہے

اقبال فرماتے تھے کہ زمانہ کہتا ہے ؎

نہ تھا اگر تو شریکِ محفل' قصور میرا ہے یا کہ تیرا؟
مِرا طریقہ نہیں کہ رکھ لوں کسی کی خاطر مئے شبانہ!

بقیہ : اسلام کا مستقبل

نئے دور کا آغاز ناگزیر ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ حقیقت خصوصی طور پر طبیعیات کے ایک شعبے Particle Physics کے میدان میں بہت واضح ہو چکی ہے۔ ایمان کے اس نئے دور کی اہم ترین خصوصیت یہ ہو گی کہ معلومات کا موجودہ طومار ایک منظم' مربوط' اور جامع شکل میں مرتب ہو کر قابل فہم بن سکے گا اور علم کی لامتناہی شعبوں میں تقسیم در تقسیم کے عمل میں پوشیدہ شرک کے خاتمے کے بعد علم کی وحدت قائم ہو گی جس کی بنیاد پر حقیقی توحید ابھرے گی۔ علم حقیقت کی تلاش کے ہزارہا سال پرانے سفر میں یہ صرف اسلام ہی کی تقدیر ہے کہ وہ انسانیت کو اس کی آخری منزل تک پہنچائے گا اور اس کام میں مرکزی اہمیت اللہ تعالیٰ کے کلام یعنی قرآن حکیم کو حاصل ہو گی۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک اہم تالیف :

اسلام اور پاکستان

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' ۳۶۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com